رسائل و مسائل

خلافت و ملوکیت اور بریلوی مسلک

سوال: "میں نے "خلافت و ملوکیت" کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اس سلسلے کے جو مضامین آپ نے ترجمان میں لکھے ہیں وہ بھی پڑھے ہیں۔ مجھے ان سے کوئی خاص اختلاف نہیں۔ مگر میں نے ان میں ایک کمی یا خلا ضرور محسوس کیا ہے وہ یہ کہ آپ نے دیوبندی علماء کے متعدد اقتباس اپنی تحریروں میں دیئے ہیں مگر کسی بریلوی عالم کا کوئی ایک قول بھی میری نظر سے نہیں گزرا، حالانکہ ملک کا سوادِ اعظم بھی گروہ ہے۔ کیا اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ بریلوی علماء کی تحریروں پر آپ کی نگاہ نہیں رہتی یا ان میں کوئی چیز آپ کو اپنے حق میں نہیں مل سکی؟

اِس میں کوئی شک نہیں کہ محمود احمد عباسی صاحب جیسے لوگوں کی لَے میں لَے ملاتے ہوئے اب علمائے اہلِ سُنّت نے بھی حضرت علیؓ کے مقابلے میں امیر معاویہؓ اور امام حسینؓ کے مقابلے میں یزید کے موقف کو اس انداز سے پیش کرنا شروع کر دیا ہے جس سے حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کا مقام و موقف برحق و صواب ہونے کے بجائے شبہات و اشکالات کا مورد بن جاتا ہے۔ اگر آپ کی نگاہ میں کوئی ایسی تحریر یا قول ہو جو اس مسئلے میں بریلوی مسلک کے علماء کا موقف واضح کرتا ہو، تو اسے بھی منظرِ عام پر لانا ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں اہلِ سنت کا جو مسلک ہمیشہ سے رہا ہے، اُسے مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ عجیب گھپلا پیدا کیا جا رہا ہے کہ خلیفۂ راشد بھی برحق اور اس سے آخر دم تک لڑنے والے بھی برحق۔ بلکہ اب تو رفتہ رفتہ یہ کہا جانے لگا ہے کہ خلافتِ راشدہ اور ملوکیت

میں کوئی خاص فرق نہیں، خلفائے راشدین کی کوئی تعداد یا خلافتِ راشدہ کی کوئی مدت معین نہیں ہے۔"

جواب: (از ملک غلام علی صاحب)۔ یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ خلافت و ملوکیت اور حضرت امیر معاویہؓ کے موضوع پر جو بحث میں نے ترجمان القرآن کے صفحات میں کی ہے، اس میں بریلوی مسلک کے علماء کی تحریروں میں سے کوئی حوالہ درج نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں کسی علمی تعصب میں مبتلا ہوں اور کسی خاص گروہ یا جماعت کی کتابیں پڑھنے سے گریز کرتا ہوں۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ جدید دور کے علماء میں سے صرف دیوبندی یا اہلِ حدیث حضرات ہی کی تحریروں میں مجھے تائیدی حوالے مل سکے ہیں اور بریلوی مشرب کے علماء کی نگارشات میں مجھے کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی۔ فی الحقیقت بات یہ ہے کہ میں نے اپنے سلسلہ مضامین میں جو طریقِ بحث و استدلال اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے زیرِ بحث مسائل میں سب سے پہلے نصوصِ کتاب و سنت کی روشنی میں ان اعتراضات و تنقیدات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے جو مولانا مودودی کی عبارتوں پر وارد کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ائمہ سلف، جن میں محدثین، مفسرین، مؤرخین اور فقہائے مجتہدین بھی شامل ہیں، ان سب کے ایسے اقوال پیش کیے ہیں جو ان مسائل و واقعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر میں نے سب سے آخر میں بعض جدید علماء کی تحریریں بھی نقل کر دی ہیں تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ جو قول قدیم زمانے میں جائز و حلال تھا، اس کا دُہرانا اس زمانے میں ممنوع و حرام ہے اور اس فعل کا ارتکاب اگر کیا ہے تو تنہا ایک ہی شخص نے کیا ہے۔ بس اس خیال کے پیشِ نظر میں نے علمائے حاضر کے بھی چند اقوال دے دیئے ہیں، ورنہ ان کی عدم موجودگی سے میرے استدلال میں کوئی خلا یا خلل واقع نہیں ہوتا۔

باقی رہا یہ سوال کہ میری نظرِ انتخاب بالعموم دیوبندی علماء کی تحریروں تک ہی کیوں محدود رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک "خلافت و ملوکیت" کے خلاف سب سے زیادہ زور اسی حلقے سے انتساب رکھنے والے بعض افراد نے صرف کیا ہے اور ناصبیت کے جدید علمبرداروں کو دانستہ و نادانستہ طور پر انہی نے پوری کمک پہنچائی ہے۔ پس قدرتی طور پر میرا روئے سخن چونکہ ان حضرات کی جانب

تھا، اس لیے انہی کے بعض اکابر کے اقوال درج کر دینا میں نے مناسب اور کافی خیال کیا۔ لیکن جہاں تک حضرت علیؓ کے بالمقابل امیر معاویہؓ کے موقف کا تعلق ہے، اسے جس طرح خلافت و ملوکیت میں بیان کیا گیا ہے اور جس کی مزید وضاحت میرے مضامین میں کر دی گئی ہے، علمائے بریلی کا موقف و مسلک اس سے مختلف نہیں ہے۔ مثال کے طور پر میں یہاں مولانا محمد امجد علی صاحب رضوی کی کتاب "بہارِ شریعت" حصہ اوّل سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ مولانا امجد علی صاحب موصوف مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کے شاگردِ رشید ہیں۔ بہارِ شریعت ان کی ضخیم تالیف ہے جو سترہ جلدوں پر مشتمل ہے اور مؤلف کے استاذ کی تقریظ و تصویب کے ساتھ اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ اس کتاب کی جلد اوّل ص ۵۸ پر وہ فرماتے ہیں:

"عقیدہ: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے، خطاء عنادی، یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اُس پر اصلاً عنداللہ مواخذہ نہیں۔ مگر احکامِ دنیا میں وہ دو قسم ہے۔ خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا۔ یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا، دوسری خطاء منکر، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطا باعثِ فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہؓ کی مغفرت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔"

(بہارِ شریعت حصہ اوّل ص ۵۸، شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

اب اس قول کے قائل صاف بتا رہے ہیں کہ امیر معاویہؓ مجتہد تھے اور مجتہد سے صواب اور خطا دونوں کا امکان ہے۔ پھر وہ دنیوی احکام کے اعتبار سے اجتہادی خطا کی دو قسمیں بیان کر رہے ہیں،

ایک خطاءِ مقرر، دوسری خطاءِ منکر۔ عند اللہ تو ان پر مواخذہ نہیں، مگر دنیا کے احکام و عواقب کی رو سے خطائے منکر ایسی ہے کہ یہ باعثِ فتنہ بھی ہے اور اس وجہ سے اس پر انکار و اعتراض اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہوگا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف جو کچھ کیا وہ خطائے منکر کی تعریف میں آتا ہے۔ نزاعِ فریقین میں ڈگری حضرت علیؓ کے حق میں ہے اور امیر معاویہؓ کے لیے مغفرت ہے۔

یزید کے فضائل و مناقب کا اظہار بھی اس زمانے میں چونکہ برملا ہونے لگا ہے اور یہ کہا جانے لگا ہے کہ اس کا فسق و فجور صحتِ نقل کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی کتاب کا ایک مزید اقتباس جو یزید سے متعلق ہے وہ بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔ اگلے صفحہ ۷، پر مولانا امجد علی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"عقیدہ: یزید پلید، فاسق، فاجر، مرتکبِ کبائر تھا۔ معاذ اللہ، اس سے اور ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت؟ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملے میں کیا دخل ہے، ہمارے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے، ایسا بکنے والا مردود خارجی ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہلِ سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت ہے یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔"

اس تحریر کے لب و لہجے میں اگرچہ غیر معمولی شدت پائی جاتی ہے، لیکن دوسری طرف آج کل چونکہ یزید کو بڑا ہی خلفِ رشید اور صالح و مصلح ثابت کرنے کی مساعی جاری ہیں، اس لیے مجھے بریلوی مکتبِ فکر کے ایک بڑے عالم کی یہ عبارت نقل کرنی پڑی تاکہ کم از کم یہ گروہ تو اس جدید ناصبیت کے فتنے سے بچا رہے۔

ایک آخری بات جس کی طرف میں اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ بریلوی حضرات ہوں یا دیوبندی یا اہلِ حدیث، یہ سب ہی اُن محدثین اور فقہاء اور متکلمین کو اکابر اہلِ سنت تسلیم کرتے ہیں جن کے اقوال خلافت و ملوکیت اور میرے مضامین میں نقل کیے گئے ہیں۔ آخر ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، امام نووی، امام بخاری، امام مسلم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ کے اقوال دیوبندی، بریلوی یا اہلِ حدیث علماء کے ہاں کیوں یکساں طور پر قابلِ اعتنا نہ ہوں

مطبُوعات

(تبصرہ کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں بھیجنا بہر حال لازمی ہیں)

کتاب الاموال تصنیف: امام ابوعبید بن سلامؒ۔ تقدیم و ترجمہ: جناب عبدالرحمٰن طاہر سورتی صاحب۔ شائع کردہ ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ صفحات: حصہ اوّل ۵۴۳۔ قیمت: ۱۵ روپے صفحات حصہ دوم: ۴۰۸۔ قیمت: بارہ روپے۔

امام ابوعبیدؒ کی کتاب الاموال اسلامی ریاست کی تقریباً ابتدائی ڈھائی صدیوں کے مالیاتی نظام کی مستند تاریخ اور اس موضوع پر بنیادی کتاب ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصہ میں ان تمام محاصل کی نشاندہی کی گئی جو اسلامی مملکت کے بیت المال میں غیر مسلموں سے حاصل ہوتے تھے۔ اس ضمن میں بہت سے دوسرے مسائل کا بھی احاطہ کیا گیا ہے مثلاً اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق، اسلامی حکومت کے غیر مسلم پڑوسی حکومتوں سے تعلقات اور دوستی، دشمنی، صلح، امن و جنگ کے اصول، اسلامی حکومت کے دوسری قوموں سے سیاسی اور تجارتی تعلقات وغیرہ وغیرہ دوسرے حصے میں نظامِ زکوٰۃ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کی ترتیب بڑی جامع ہے۔ یعنی ہر مسئلہ کے بارے میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس کے بعد تابعین رحمہم اللہ اور ائمۂ و فقہاء سے مروی آثار و روایات

(بقیہ رسائل و مسائل)

اور بالفرض اگر کسی قول سے اختلاف بھی ہو تب بھی اختلاف کرنے والے کے لیے یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ وہ اس قول کے قائل کو اہلِ سنت کے مسلک سے خارج یا منحرف قرار دینے کی کوشش کرے؟